بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اَلْإِيْمَانُ بِالْقَدَرِ (تقدیر پر ایمان)

شیخ ابورضوان محمدی سلفی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على إمام المرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

بھلی بُری تقدیر پر ایمان، ایمان کے چھ(6) مبادیات میں سے ایک ہے یا یہ ایمان کے ارکان میں سے چھٹا رکن ہے۔ حدیث جبرئیل میں ایمان کی تعریف نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی:

﴿أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ﴾

ترجمہ: ایمان یہ ہیکہ تم اللہ پر، اسکے فرشتوں پر، اسکی کتابوں پر، اسکے رسولوں پر، آخرت کے دن پر ایمان رکھو اور تم اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان رکھو۔

**تقدیر کے اِثبات پر قرآن وحدیث کے چند دلائل:** تقدیر کے اِثبات پر قرآن وسنت کی نصوص اتنی زیادہ ہے کہ ان کا یہاں استقصاء نہیں کیا جاسکتا، چند دلائل پیش ہیں:

اللہ کا فرمان: ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ (سورۃ بقرۃ: 156)

ترجمہ: اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیں۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اللہ کا فرمان: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى [1] الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى [2] وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى﴾ (سورۃ الاعلی: 1-3)

ترجمہ: اپنے رب کے نام کی تسبیح بیان کر جو سب سے بلند ہے۔ وہی ہے جس نے پیدا کیا، پس درست بنایا۔ اور وہ جس نے اندازہ لگایا، پھر ہدایت کی۔

اللہ کا فرمان: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ (سورہ قمر: 49)

ترجمہ: بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَقْدُورًا﴾ (سورہ احزاب: 38)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے کام اندازے پر مقرر کیئے ہوئے ہیں۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا﴾ (سورہ احزاب: 37)

ترجمہ: اللہ کا (یہ) حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔

اللہ کا فرمان: ﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾ (سورہ تغابن: 11)

ترجمہ: کوئی مصیبت اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتی، جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ [5] وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ [6] فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ [7] وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ [8] وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ [9] فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ﴾ (سورہ اللیل: 5-10)

ترجمہ: پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ [5] اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ [6] تو یقینا ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ [7] اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہوا۔ [8] اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ [9] تو یقینا ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔

اس کے علاوہ بہت ساری آیات ہیں. تقدیر پر ایمان کا بارے میں چند احادیث پیش خدمت ہے:

عَنْ طَاوُسٍ أَنَّهُ قَالَ: أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُونَ: كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ، قَالَ: وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجْزِ وَالْكَيْسِ، أَوِ الْكَيْسِ وَالْعَجْزِ". (صحیح مسلم)

ترجمہ: طاؤس رحمہ اللہ روایت کرتے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب کو پایا وہ کہتے تھے: ہر چیز تقدیر سے ہے اور میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”ہر چیز تقدیر سے ہے یہاں تک کہ عاجزی اور دانائی بھی۔“ (یعنی بعض آدمی ہوشیار اور عقلمند ہوتے ہیں بعض بیوقوف، کاہل یہ بھی تقدیر سے ہے)۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: "جَاءَ مُشْرِكُو قُرَيْشٍ يُخَاصِمُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَدَرِ، فَنَزَلَتْ:

﴿يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ {48} إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ {49}﴾ (سنن ترمذی)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قریش کے مشرک جھگڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تقدیر میں تو یہ آیت اتری: "يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ، إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ" ”جس دن اوندھے منہ جہنم میں گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا جہنم کا لگنا چکھو، بیشک ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے ساتھ پیدا کیا“

(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں ”قدر“ سے یہی تقدیر مراد ہے اور بعض نے اس کے معنی یہ کیے ہیں کہ ہم نے ہر چیز کو اس کے اندازے پر پیدا کیا یعنی جتنا مناسب تھا۔

اِمام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں کہتے ہیں: بَابُ: {وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا}: باب: اور اللہ نے جو حکم دیا ہے (تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے) وہ ضرور ہو کر رہے گا۔

پھر ذیل کی حدیث نقل کی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ، فَإِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا". (صحیح بخاری)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنی کسی (دینی) بہن کی طلاق کا مطالبہ (شوہر سے) نہ کرے کہ اس کے گھر کو اپنے ہی لیے خاص کر لینا چاہے۔ بلکہ اسے نکاح (دوسری عورت کی موجودگی میں بھی) کر لینا چاہیے کیونکہ اسے اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے مقدّر میں ہوگا۔

عَنْ أُسَامَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَهُ رَسُولُ إِحْدَى بَنَاتِهِ وَعِنْدَهُ سَعْدٌ وأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ ومُعَاذٌ: أَنَّ ابْنَهَا يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَبَعَثَ إِلَيْهَا: "لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلِلَّهِ مَا أَعْطَى كُلٌّ بِأَجَلٍ، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ".

ترجمہ: اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے ایک کا بلاوا آیا. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سعد، ابی بن کعب اور معاذ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ بلانے والے نے آ کر کہا کہ ان کا بچہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ) نزع کی حالت میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ اللہ ہی کا ہے جو وہ لیتا ہے، اور اللہ ہی کا ہے جو وہ عطا کرتا ہے اس لیے وہ صبر کریں اور اللہ سے اجر کی امید رکھیں. (صحیح بخاری)

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا نُصِيبُ سَبْيًا وَنُحِبُّ الْمَالَ كَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ ذَلِكَ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللَّهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ". (صحیح بخاری)

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ انصار کا ایک آدمی آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لونڈیوں سے ہمبستری کرتے ہیں اور مال سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کا عزل کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تم ایسا کرتے ہو، تمہارے لیے کچھ قباحت نہیں اگر تم ایسا نہ کرو، کیونکہ جس جان کی بھی پیدائش اللہ نے لکھ دی ہے وہ ضرور پیدا ہو کر رہے گی.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَأْتِ ابْنَ آدَمَ النَّذْرُ بِشَيْءٍ لَمْ يَكُنْ قَدْ قَدَّرْتُهُ، وَلَكِنْ يُلْقِيهِ الْقَدَرُ وَقَدْ قَدَّرْتُهُ لَهُ، أَسْتَخْرِجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ". (صحیح بخاری)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” نذر (منت) انسان کو کوئی چیز نہیں دیتی جو میں (رب) نے اس کی تقدیر میں نہ لکھی ہو بلکہ وہ تقدیر دیتی ہے جو میں (ربّ) نے اس کے لیے مقرّر کر دی ہے، البتہ اس کے ذریعہ میں بخیل کا مال نکلوا لیتا ہوں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُمَّ أَمْتِعْنِي بِزَوْجِي رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِأَبِي أَبِي سُفْيَانَ، وَبِأَخِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ سَأَلْتِ اللّٰہَ لِآجَالٍ مَضْرُوبَةٍ وَأَيَّامٍ مَعْدُودَةٍ وَأَرْزَاقٍ مَقْسُومَةٍ لَنْ يُعَجِّلَ شَيْئًا قَبْلَ حِلِّهِ أَوْ يُؤَخِّرَ شَيْئًا عَنْ حِلِّهِ وَلَوْ كُنْتِ سَأَلْتِ اللّٰہَ أَنْ يُعِيذَكِ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ أَوْ عَذَابٍ فِي الْقَبْرِ كَانَ خَيْرًا وَأَفْضَلَ". (صحیح مسلم)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا اللہ! مجھ کو فائدہ اٹھانے دے میرے خاوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور میرے باپ ابوسفیان اور میرے بھائی معاویہ سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو نے اللہ تعالیٰ سے وہ چیزیں مانگیں جن کی میعادیں مقرّر ہو چکیں اور دن معین ہو گئے اور روزیاں بٹ گئیں کسی چیز کو اللہ تعالیٰ اس وقت سے پیشتر نہیں کرتا اور نہ اس کے وقت سے دیر میں کرے گا اگر تو اللہ سے یہ مانگتی کہ تجھ کو دوزخ کے عذاب سے بچائے یا قبر کے عذاب سے تو بہتر ہوتا یا افضل ہوتا۔

اس حدیث کے بعد ابن ابی العزّ کہتے ہیں: "مقتول اپنی اَجل کے مطابق مرتا ہے، اللہ جانتا ہے اور اللہ نے یہ فیصلہ مقدر کر رکھا ہے کہ یہ مرض کے سبب مرے گا، یہ قتل کے ذریعے، یہ ھدم کے ذریعے اور یہ جل کر مرے گا اور یہ ڈوب کر اور دیگر اسباب کے ذریعے۔"

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " كَتَبَ اللّٰہُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ". (صحیح مسلم)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو آسمان اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا اس وقت پروردگار کا عرش پانی پر تھا۔" تقدیر کا معنی: گذشتہ آیات واَحادیث سے بھی تقدیر کا معنی ظاہر ہو جاتا ہے۔

تقدیر کا مطلب علماء نے یوں بیان کیا ہے: ﴿اَلْقَدْرُ هو مَا قَدَّرَہُ اللّٰہُ فی الأشیَاءِ مِنْ مَقَادِيرٍ مُحَدَّدَةٍ تَجْرِی وِفْقَ مَا قَضَى اللّٰہُ بِهِ مِنْ نِظَامٍ لِسَيْرِ الكَونِ﴾

ترجمہ: تقدیر کائنات کی اشیاء میں اللہ تبارک وتعالی کے متعین ومقرّر اندازے ہیں جو کائنات کے نظام کے چلنے میں اللہ کے طے شدہ فیصلے ہیں۔

**تقدیر پر اور اچھی بُری تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب:** مومن کا یہ موقف ہے کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ کی جانب سے ہے کیونکہ مومن جانتا ہے کہ مخلوقات میں تقدیریں متعین کرنے والی ذات اللہ ہے جو حکیم، علیم اور خبیر ہے (لہٰذا اس کا کوئی عمل حکمت، علم اور جانکاری سے خالی نہیں ہو سکتا) اگر انسان اللہ کی اقدار میں سے کسی تقدیر سے نا آشنا ہے تو یہ انسان کے علم کا قصور ہے، چنانچہ کائنات کی اشیاء کے متعلق اور پُر حکمت أقدار میں انسان کا علم ہر روز بڑھتا رہتا ہے۔ (شیخ عبدالمجید الزندانی) اگر آپ غور کریں تو تقدیر پر ایمان، توحید، رسالت، آخرت پر ایمان اور دین کے احکام پر عمل وسرگرمی سے گہرا ربط رکھتا ہے۔ اس کی قدرے وضاحت

ایمان بالقدر کے فوائد وثمرات میں ہوگی۔

## ایمان بالقدر (تقدیر پر ایمان) کے درجات:

**پہلا مرتبہ: علم:** یعنی یہ ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی وابدی علم سے، ما کان (جو ہو چکا) اور ما یکون (جو ہونے والا ہے) کو جانتا ہے، کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز ہو یا بڑی سے بڑی چیز، ظاہر ہو یا باطن (باطن بندوں کے لئے ہے اللہ کے لئے غیب اور باطن نہیں) اللہ کے افعال ہو یا مخلوقات کے افعال، ماضی، حال اور مستقبل کی کوئی بھی چیز اللہ کے علم سے لمحہ بھر کے لیے باہر نہیں ہوتی. اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو نہیں ہوا وہ ہوتا تو کیسے ہوتا. اس کی بے شمار دلیلیں ہیں: مثلاً

اللہ کا فرمان: ﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں جانتے کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے۔ یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تو یہ بالکل آسان ہے. (سورہ حج: 70)

اللہ کا فرمان: ﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (سورہ أنعام: 59)

ترجمہ: اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتّا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں موجود ہے. (کتاب مبین سے مراد لوحِ محفوظ ہے)

**دوسرا مرتبہ: کتابت:** اس سے مراد یہ ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک وقوع پذیر ہونے والے تمام حوادث وواقعات کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے چنانچہ جو کچھ ہوا یا جو بھی ہوگا وہ یقینی طور پر ہونے سے پہلے ہی مقدر اور لکھا ہوا ہے.

اللہ کا فرمان: ﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (سورہ سبا: 3)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی چیز کھلی کتاب میں موجود ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ". (صحیح مسلم)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو آسمان اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا اس وقت پروردگار کا عرش پانی پر تھا۔"

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عُودٌ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ وَقَالَ: "مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا قَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ". فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَلَا نَتَّكِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: "لَا اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ"، ثُمَّ قَرَأَ "فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى سورة الليل آية 5 الْآيَةَ". (صحیح بخاری)

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کریدرہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسی اثناء میں) فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کا جہنم کا یا جنت کا ٹھکانا لکھا جاچکا ہے، ایک مسلمان نے اس پر عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کیوں نہ ہم اس پر بھروسہ کرلیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ نہیں عمل کرو کیونکہ ہر شخص (اپنی تقدیر کے مطابق) عمل کی آسانی پاتا ہے. پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی {فأما من أعطى واتقى} الآیہ پس جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور تقویٰ اختیار کیا... الخ.

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللَّهُ مَكَانَهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِلَّا وَقَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً" قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلَا نَمْكُثُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ؟ فَقَالَ: مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ، فَقَالَ: اعْمَلُوا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ، فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى {5} وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى {6} فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى {7} وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى {8} وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى {9} فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى {10}﴾ (سورہ لیل: 5-10)

ترجمہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بقیع میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے (بقیع مدینہ منورہ کا قبرستان ہے)، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھڑی تھی، آپ سر جھکا کر بیٹھے اور چھڑی سے زمین پر لکیریں بنانے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے، کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کا اللہ نے جنت میں یا دوزخ میں ٹھکانہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا ہو کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے۔" ایک شخص بولا: یارسول اللہ! پھر ہم اپنے لکھے پر کیوں بھروسا نہ کریں اور عمل کو چھوڑ دیں (یعنی تقدیر کے روبرو عمل کرنا بے فائدہ ہے جو قسمت میں ہے وہ ضرور ہوگا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکیوں کا کام جلدی کرے گا اور جو بد بختوں میں سے ہے وہ بدوں کا کام جلدی کرے گا۔" اور فرمایا: "عمل کرو ہر ایک کو آسانی دی گئی ہے لیکن نیکوں کو آسان کیا جائے گا نیکوں کے اعمال کرنا اور بدوں کو آسان کیا جائے گا بدوں کے اعمال کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى، فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى، وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى، وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى﴾

ترجمہ: جس نے خیرات کی اور ڈرا اور بہتر دین (یعنی اسلام کو سچا جانا) تو اس پر ہم نیکی کرنا آسان کر دیں گے اور جو بخیل ہوا اور بے پرواہ بنا اور نیک دین کو اس نے جھٹلایا تو اس پر ہم کفر کی سخت راہ آسان کر دیں گے"۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَاءَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ بَيِّنْ لَنَا دِينَنَا كَأَنَّا خُلِقْنَا الْآنَ فِيمَا الْعَمَلُ الْيَوْمَ؟ أَفِيمَا جَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ؟ أَمْ فِيمَا نَسْتَقْبِلُ؟ قَالَ: لَا بَلْ فِيمَا جَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ قَالَ: فَفِيمَ الْعَمَلُ قَالَ زُهَيْرٌ: ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو الزُّبَيْرِ بِشَيْءٍ لَمْ أَفْهَمْهُ فَسَأَلْتُ مَا قَالَ؟ فَقَالَ: اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ". (صحیح مسلم)

ترجمہ: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے ہمارا دین بیان کیجئے گویا ہم اب پیدا ہوئے ہم جو عمل کرتے ہیں تو اس مقصد کے لیے کرتے ہیں جس کو لکھ کر قلم سوکھ گئی اور تقدیر جاری ہو گئی یا اس مقصد کے لیے جو آگے ہونے والا ہے (اور پہلے سے اس کی نسبت کچھ قرار نہیں پا سکتا)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں بلکہ اس مقصد کے لیے عمل کرو جس کو لکھ کر قلم سوکھ گئی اور تقدیر جاری ہو چکی" سراقہ نے کہا: پھر عمل سے کیا فائدہ ہے؟ زہیر نے کہا: ابو الزبیر نے کچھ بات کہی جس کو میں نہیں سمجھ سکا، میں نے پوچھا: (لوگوں سے کیا کہا) انہوں نے کہا: "عمل کرو ہر ایک شخص کے لیے آسان کیا گیا ہے۔"

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَزِنَا الْعَيْنِ: النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ: الْمَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ: تَمَنَّى وَتَشْتَهِي وَالْفَرْجُ: يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ"

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے زنا کا کوئی نہ کوئی حصہ لکھ دیا ہے جس سے اسے لامحالہ گزرنا ہے، پس آنکھ کا زنا (غیر محرم کو) دیکھنا ہے، زبان کا زنا غیر محرم سے گفتگو کرنا ہے، دل کا زنا خواہش اور شہوت ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کر دیتی ہے یا اسے جھٹلا دیتی ہے۔ (متفق علیہ)

لکھی ہوئی تقدیر پانچ قسموں کی ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ان کا ذکر تقدیر کے مراتب کے بعد ذکر کیا جائے گا۔ اِن شاءاللہ یہاں اشارۃً یہ ذکر کرنا مناسب ہے کہ لوحِ محفوظ اور قلم پر ایمان بھی ہمارے ایمان بالغیب کا حصہ ہے اور قلم کی بھی چار قسمیں کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔

**تیسرا مرتبہ: مشیئت:** یعنی اللہ کی مشیئتِ شاملہ پر ایمان رکھنا کہ ہر چیز اچھی ہو یا بظاہر بُری یعنی کائنات کا ہر واقعہ، ہر حادثہ، ہر معاملہ اس کی مشیئت سے ہی وقوع پذیر ہوتا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ﴾ (سورہ ابراہیم: 27) ترجمہ: اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (سورہ تکویر: 29)

ترجمہ: تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو سب جہانوں کا ربّ ہے۔

اللہ کا فرمان:﴿ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ﴾ (سورہ بروج:16) ترجمہ: جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے۔

چنانچہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا جونہیں چاہتا نہیں ہوتا۔اللہ کی مشیئت اور ارادے کی دو قسمیں ہیں، اسے نہ سمجھنے کی وجہ سے تقدیر کے باب میں بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے جیسے قدریہ، جبریہ، معتزلہ اور روافض وغیرہ ان کا کچھ تذکرہ اگلی سطور میں آئے گا۔

**چوتھا مرتبہ: خَلق ( پیدا کرنا ):** یعنی یہ ایمان رکھنا کہ اللہ تخلیق فرماتا ہے ہر موجود اسی کی مخلوق ہے اور وہ ہر چیز کا خالق ہے۔

اللہ کا فرمان:﴿ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ (سورہ زمر:62) ترجمہ: اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے.

اللہ کا فرمان:﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ﴾ (سورہ حج:73)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے سارے لوگ جمع ہو جائیں۔

قدریہ اور معتزلہ نے یہاں بھی ٹھوکر کھائی اور بندوں کے افعال کو اللہ کی مخلوق نہیں کہا بلکہ بندوں کی مخلوق کہا، اس طرح وہ ربوبیت میں شرک کر بیٹھے۔وہ دراصل برائی کی نسبت اللہ کی طرف کرنے سے بچنا چاہتے تھے لیکن اس سے بڑی برائی میں پڑ گئے۔ان کے مطابق اللہ نے کافر سے ایمان چاہا لیکن کافر نے کفر کو چاہا پس کافر کی مشیئت کا خالق کی مشیئت پر غلبہ ہو گیا۔

قدری اور مجوسی کا واقعہ اعرابی اور عمرو بن عبید کا واقعہ

**لکھی تقدیر کی پانچ قسمیں:** لکھی ہوئی تقدیر پر ایمان رکھنے میں پانچ تقدیریں شامل ہیں:

**اوّل: تقدیر ازلی:** آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے جب اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور اللہ کے حکم سے قلم نے لوحِ محفوظ میں سب کچھ لکھ دیا۔جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ [22] لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾ (سورہ حدید:22-23)

ترجمہ: کوئی بھی مصیبت جو زمین میں آتی ہے یا تمہاری جانوں کو پہنچتی ہے، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ ( کام ) اللہ تعالیٰ پر ( بالکل ) آسان ہے [22] اس لیے جو تمہیں نہ مل سکے اس پر غم نہ کرو اور جو اللہ تمہیں دے اس پر اترایا نہ کرو بیشک اللہ بخیلی کرنے والوں اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

عالم برزخ میں حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ جو حدیث میں مذکور ہے:

عن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَام عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى قَالَ مُوسَى: أَنْتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهِ ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَ آدَمُ: أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللَّهُ

بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا، فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللَّهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ؟ قَالَ مُوسَى: بِأَرْبَعِينَ عَامًا، قَالَ آدَمُ: فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا: "وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى" (سورة طه: 121) قَالَ: نَعَمْ قَالَ: أَفَتَلُومُنِي عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى "۔ (صحیح بخاری)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم اور موسیٰ علیہم السلام نے اپنے پروردگار کے پاس بحث کی تو آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب ہوئے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تم وہی آدم ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور اپنی روح تم میں پھونکی اور تم کو فرشتوں سے سجدہ کرایا (یعنی سلامی کا سجدہ نہ کہ عبادت کا اور سلامی کا سجدہ اس وقت جائز تھا۔ ہمارے دین میں اللہ کے سوا دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہو گیا) اور تم کو اپنی جنت میں رہنے کو جگہ دی، پھر تم نے اپنی خطا کی وجہ سے لوگوں کو زمین پر اتارا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: تم وہ موسیٰ ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اپنا پیغمبر کر کے اور کلام کر کے اور تم کو اللہ تعالیٰ نے تورات شریف کی تختیاں دیں جن میں ہر بات کا بیان ہے اور تم کو اپنے نزدیک کیا سرگوشی کے لیے اور تم کیا سمجھتے ہو اللہ تعالیٰ نے تورات کو میرے پیدا ہونے سے کتنی مدت پہلے لکھا؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: چالیس برس پہلے۔ آدم علیہ السلام نے کہا: تم نے تورات میں نہیں پڑھا کہ آدم نے اپنے رب کے فرمانے کے خلاف کیا اور بھٹک گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیوں نہیں، میں نے پڑھا ہے۔ آدم علیہ السلام نے کہا: پھر تم مجھ کو ملامت کرتے ہو اس کام کے کرنے پر جو میری تقدیر میں اللہ نے میرے پیدا ہونے سے چالیس برس پہلے لکھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آئے۔

قَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ لِابْنِهِ: يَا بُنَيَّ إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ حَقِيقَةِ الْإِيمَانِ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ يَا بُنَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَلَيْسَ مِنِّي". (أبو داؤد)

ترجمہ: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! تم ایمان کی حقیقت کا مزہ ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ تم یہ نہ جان لو کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے وہ تم سے چھوٹنے والا نہیں تھا اور جو کچھ چھوٹ گیا ایسا نہیں کہ وہ تمہیں مل جاتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ”سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، قلم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا: لکھ، قلم نے کہا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے کہا: قیامت تک ہونے والی ساری چیزوں کی تقدیریں لکھ“ اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ”جو اس کے علاوہ (کسی اور عقیدے) پر مرا تو وہ مجھ سے نہیں“۔

دوسری: دوسری تقدیر اس وقت لکھی گئی جب عالم أرواح میں "ألستُ بِرَبِّكُمْ" کا میثاق لیا گیا، اس سلسلے کی متعدد احادیث وآثار ہیں کہ آدم کی پیٹھ پر اللہ نے ہاتھ پھیرا اور روحیں نکلیں۔ پھر عہد و پیمان ہوا۔ (حالانکہ جو روایت میں نے دیکھیں ان میں لکھنے کا ذکر

نہیں ہے البتہ سیاق سے اشارہ ملتا ہے)۔

**تیسری: تقدیر عمری:** رحِم مادر میں جان ڈالنے کے وقت آدمی کی زندگی کی مدت، سعادت وشقاوت، عمل اور رزق کو لکھ دیا جاتا ہے، جیسا کہ صحیح احادیث میں مذکور ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ: "إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور آپ کے سچے ہونے کی تصدیق کی گئی ہے: "بے شک تم میں سے ہر ایک آدمی کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے، پھر چالیس دن میں خون کا لتھڑا ہو جاتا ہے، پھر چالیس دن میں گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور چار باتوں کا اس کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اس کی روزی لکھتا ہے (یعنی محتاج ہوگا یا مالدار) اور اس کی عمر لکھتا ہے (کہ کتنا زندہ رہے گا) اور اس کے عمل لکھتا ہے (کہ کیا کیا کرے گا) اور یہ لکھتا ہے کہ نیک بخت (جنتی) ہوگا یا بدبخت (دوزخی) ہوگا۔ سو میں قسم کھاتا ہوں اس کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ بے شک تم لوگوں میں سے کوئی جنتیوں کے کام کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ہاتھ بھر کا فرق رہ جاتا ہے (یعنی بہت قریب ہو جاتا ہے)، پھر تقدیر کا لکھا اس پر غالب ہو جاتا ہے سو وہ دوزخیوں کے کام کرنے لگتا ہے، پھر دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور کوئی آدمی عمر بھر دوزخیوں کے کام کیا کرتا ہے یہاں تک کہ دوزخ میں اور اس میں سوائے ایک ہاتھ بھر کے کچھ فرق نہیں رہتا ہے، پھر تقدیر کا لکھا اس پر غالب ہوتا ہے تو وہ جنتیوں کے کام کرنے لگتا ہے، پھر وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

**چوتھی: تقدیر حولی (سالانہ):** لیلۃ القدر میں پورے سال کی تقدیر لکھ کر دی جاتی ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (سورہ دخان: 4) ترجمہ: اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ: "لیلۃ القدر" "لیلۃ الحکم" (یعنی فیصلہ کی رات) ہے۔

اِبن عباس، حسن بصری وغیرہ کی تفسیر یہی ہے کہ سال بھر میں ہونے والی اَموات، حیات، رزق، بارش اور حج کرنے والوں کی تقدیر اس رات میں (لوحِ محفوظ سے) لکھی جاتی ہے۔

**پانچویں: تقدیر یومی:** یعنی سابقہ تقدیروں کو اس کے مقررہ وقت میں کھینچ کر لانا۔

اللہ کا فرمان: ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ (سورہ رحمن:29) ترجمہ: ہر روز وہ ایک شان میں ہے۔

## تدبیر تقدیر کے منافی نہیں:

طاعون والی حدیث: "قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ: أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللَّهِ! فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ: نَعَمْ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ إِلَى قَدَرِ اللَّهِ"۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! یہ بات کسی اور نے کہی ہوتی ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کر رہے ہیں لیکن اللہ ہی کی تقدیر کی طرف۔

**تقدیر کا یہ مطلب نہیں کہ انسان مجبور ہے:** بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال واعتراض اٹھتا ہے کہ جب سب کچھ لکھا ہوا ہے اور اللہ کی تقدیر کے مطابق ہی ہمارے امور انجام پا رہے ہیں تو پھر عذاب وعقاب کیوں دیا جاتا ہے؟ جبکہ انسان تو مجبورِ محض ہو گیا۔ یہ اعتراض اور اس کی بنیاد دراصل غلط فہمی پر مبنی ہے۔ تقدیر کے متعلق صحیح علم اس مغالطہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ تقدیر دراصل اللہ تعالیٰ کے علم کا مظہر ہے۔ برائیاں، گناہ اور واقعات وحوادث کا اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم تھا۔ چنانچہ تقدیر میں جو کچھ لکھا وہ اللہ کے پہلے سے جاننے کی وجہ سے ہے، دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ تقدیر کے لکھے کی وجہ سے نہیں بلکہ جو کچھ ہونا تھا وہ تقدیر میں لکھا ہے۔

اِمام خطابی رحمہ اللہ نے ایسی ہی تشریح کی ہے جسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ پھر بہت سے گناہ سابقہ گناہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ﴿مَا أَصَابَكَ مِنْ مُصِيبَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ﴾ جیسی آیات میں مصیبت وتکلیف کے طور پر اسی کا بیان ہے۔

اس چیز کو سمجھنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جامع وبلیغ ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجَزْ وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللَّهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "زبردست مسلمان (زبردست سے مراد وہ ہے جس کا ایمان قوی ہو، اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھتا ہو، آخرت کے کاموں میں ہمت والا ہو) اللہ کے نزدیک بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے کمزور مسلمان سے اور ہر ایک طرح کا مسلمان بہتر ہے، ان کاموں کی حرص ولالچ کر جو تمہارے لیے فائدہ مند ہیں (یعنی آخرت میں کام دیں گے) اور اللہ سے مدد مانگ اور ہمت مت ہار اور تجھ پر کوئی مصیبت آئے تو یہ مت کہہ اگر میں ایسا کرتا تو یہ مصیبت کیوں آتی لیکن یہ کہہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ایسا ہی تھا جو اس نے چاہا کیا۔ اگر مگر کرنا شیطان کے لیے راہ کھولنا ہے۔"

معلوم ہوا تقدیر اسباب اختیار کرنے کے منافی نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں شرکت کی، آپ کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لے رکھا تھا پھر بھی آپ نے زرہ زیب تن فرمائی۔ آپ بیمار پڑتے تو علاج کرتے تھے اور علاج ومعالجے کا حکم دیتے تھے یہ تدابیر کا

اختیار کرنا بھی تقدیر الٰہی کا حصہ ہے۔اپنی بدعملی اور عاجزی کو تقدیر کا نام دے کر عذر کرنا اہل ایمان کا کام نہیں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ یہی تھا کہ وہ تدبیر کرتے لیکن ہر چیز کو تقدیر الٰہی مانتے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کتنا شاندار اور واضح ہے کہ جب وہ شام میں طاعون زدہ بستی میں داخلے سے رک گئے تو حضرت ابوعبیدہ نے پوچھا کہ کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں تب آپ نے فرمایا : میں اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہا ہوں۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ توکّل اسباب کے ترک کا نام نہیں ہے۔تقدیر گناہوں کا عذر نہیں: کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب ہر چیز میں اللہ کی مشیئت ہے تو پھر آدمی گناہ کا ذمہ دار کیونکر ہے۔مشرکین کا بھی ایسا ہی اعتراض اللہ نے نقل فرمایا ہے:﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ﴾ (سورہ أنعام:148)

ترجمہ:عنقریب وہ لوگ کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شریک بناتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔

اسی طرح اللہ کا فرمان ہے:﴿وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾

ترجمہ:اور کہتے ہیں اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔انہیں اس کی کچھ خبر نہیں، یہ تو صرف اٹکل پچو (جھوٹ باتیں) کہتے ہیں۔(سورہ زخرف:20)

اللہ کا فرمان:﴿وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ﴾ (سورہ نحل:35)

ترجمہ:مشرک لوگوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی اور کی عبادت ہی نہ کرتے۔

اِبن ابی العزّ کہتے ہیں: اللہ نے مشرکین کی مذمت کی ہے کہ انہوں نے اپنے شرک کو اللہ کی مشیئت سے سرزد ہونے والا قرار دیا،ٹھیک اسی طرح اللہ نے ابلیس کی مذمت بیان کی جس نے اغواء کو اللہ کی طرف منسوب کیا،

اللہ کا فرمان:﴿قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ (سورہ حجر:39)

ترجمہ:(شیطان نے) کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی۔

اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سب سے اچھا جواب یہ ہے کہ اللہ نے ان پر انکار اس لیے کیا کہ انہوں نے اللہ کی مشیئت سے اس کی رضامندی اور محبت پر استدلال کیا ہے۔یعنی ان کا کہنا تھا کہ اگر اللہ اسے ناپسند کرتا تو اسے چاہتا نہیں چنانچہ انہوں نے مشیئت کو رضا کی دلیل بنالیا۔اللہ نے ان کا اسی پر ردّ کیا ہے یا یہ کہ اللہ نے ان کے اس اعتقاد کا انکار فرمایا ہے کہ اللہ کی مشیئت اس کے اَمر وحکم پر دلیل ہے یا یہ کہ اللہ نے ان پر اس لیے نکیر فرمائی کہ انہوں نے اللہ کی قضاء وقدر کے ذریعے اس کی شریعت واَمر کا معارضہ کر رہے تھے۔چنانچہ وہ مشیئتِ عامہ کو امر کا دافع بنا رہے تھے۔انہوں نے مشیئت کا ذکر توحید کے طور پر نہیں کیا بلکہ اس کا ذکر اللہ کے حکم کی مخالفت اور شریعت کو دفع کرنے کیلئے کیا۔زنادقہ اور جہال کی طرح کہ جب انہیں حکم دیا جاتا ہے یا کسی کام سے منع کیا جاتا ہے تو وہ

تقدیر سے استدلال کرتے ہیں. ایک چور نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے تقدیر سے استدلال کیا کہ میں نے تقدیر کی وجہ سے چوری کی. تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں اللہ کی قضاء و قدر سے ہی تمہارا ہاتھ کاٹ رہا ہوں. ان کا مقصد تکذیب تھا جسے قرآن کا اگلا حصہ واضح کرتا ہے ﴿كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ﴾ (سورہ انعام: 148)

ترجمہ: اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔

معلوم ہوا ان کا مقصد تکذیب تھا اگر نہیں تو سوال اٹھتا کہ شرک، کفر اور گناہ سے پہلے انہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے اسے مقدر کیا ہے اور اسے نہیں، کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا۔

اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف برزخ میں تقدیر سے کیسے حجت پکڑی؟ جب انہوں نے کہا کہ کیا تم مجھے ایسی بات پر ملامت کرتے ہو جو میری پیدائش سے (40) چالیس سال پہلے اللہ نے لکھ دی تھی؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی کہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔

جواب یہ ہے کہ ہم اسے سمع و طاعت کے ساتھ قبول کرتے ہیں اس کے راویوں کی تردید نہیں کرتے جیسا کہ قدریہ نے کیا نہ ہی تاویلات فاسدہ سے کام لیتے ہیں۔

☆ صحیح بات یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے گناہ پر قضاء و قدر سے استدلال نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے رب اور اپنے گناہ کو خوب جانتے تھے۔ بلکہ ان کے بیٹوں میں سے کوئی مومن تقدیر سے استدلال نہیں کرتے کیونکہ یہ باطل ہے اور موسیٰ علیہ السلام بھی اپنے باپ اور ان کے گناہ کو خوب جانتے تھے کہ وہ ایسے گناہ پر ملامت کیا جسے اللہ نے معاف کر دیا تھا۔

☆ ملامت اس مصیبت پر تھی جس نے ان کی اولاد کو جنت سے نکال دیا تھا۔ آدم علیہ السلام نے مصیبت پر تقدیر سے استدلال کیا تھا معصیت و گناہ پر نہیں، تقدیر سے مصائب پر استدلال کیا جاسکتا ہے معائب پر نہیں۔ جو مصائب مقدّر ہوں ان پر سرِ تسلیم جھکانا چاہیے۔ یہ اللہ کی ربوبیت پر رضامند ہونے کا حصّہ ہے۔ رہے گناہ تو بندے کو گناہ سے بچنا چاہئے اور جب گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔ عیب پر توبہ اور مصیبت پر صبر مومن کا شیوہ ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ﴾ (سورہ مؤمن: 55)

ترجمہ: پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کے لیے بخشش مانگ۔

**تقدیر سے متعلق اہل سنت والجماعت کا موقف:** عقیدے کی کتابوں میں اس موضوع کی مختلف تفصیلات موجود ہیں، یہاں اِمام طحاوی رحمہ اللہ کی بعض عبارات اور ترجمہ پیش ہے جو اہلِ سنت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ اس کے ذیل مذکور کی عبارت کے بعض حصوں کی مختصر تشریح کی جائے گی اِن شاءاللہ۔

اِمام طحاوی کہتے ہیں: "وَقَدَّرَ لَهُمْ أَقْدَارًا وَضَرَبَ لَهُمْ آجَالًا"

ترجمہ: اللہ نے لوگوں کی تقدیر مقرر کر دی ہیں اور ان کی اجلیں (یعنی مقررہ وقت) طے کر دیا ہے۔

چند جملوں کے بعد فرمایا: "لَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهم وَعَلِمَ مَا هُم عَامِلُونَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهم "

ترجمہ: مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں تھی اور ان کی پیدائش سے پہلے ہی وہ جانتا تھا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔

قولہ: "وَكُلُّ شَيْءٍ يَجْرِي بِتَقْدِيرِهِ وَمَشِيئَتِهِ ومَشِيئَتُه تَنفُذُ لَا مَشِيئَةَ لِلعِبَادِ إلا مَا شَاءَ اللهُ لَهُمْ فَمَا شَاءَ لَهُمْ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأ لَمْ يَكُنْ "

ترجمہ: ہر چیز اس کی تقدیر و مشیئت سے ہوتی ہے، اسی کی مشیئت نافذ ہوتی ہے، بندوں کی مشیئت نہیں ہے مگر اتنی ہی جو اللہ ان کے لئے چاہے چنانچہ ان کے لئے جو اللہ نے چاہا وہ ہوا جو نہیں چاہا نہیں ہوا۔

قولہ: "يَهدِي مَنْ يَشَاءُ ويَعصِمُ ويُعَافِي فَضلًا ويُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ ويَخذِلُ ويَبتَلِي عَدلًا وكُلُّهم يَتَقَلَّبُونَ فِي مَشِيئَتِهِ بَيْنَ فَضْلِهُ وعَدلِه لَا رَادَّ لِقَضَائِهِ ولَا مُعَقِّبَ لِحُكمِه وَلَا غَالِبَ لِأَمْرِه"

ترجمہ: اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، محفوظ رکھتا ہے اور معاف کرتا ہے یہ اس کا فضل ہے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اس کو مدد سے محروم رکھتا ہے اور مبتلا کرتا ہے یہ اس کا عدل ہے۔ ہر کوئی اس کی مشیئت کے مطابق اس کے فضل اور عدل کے درمیان رہتا ہے۔ اس کے فیصلے کو کوئی ٹالنے والا نہیں، نہ ہی اس کے حکم کا تعاقب کوئی تعاقب کرنے والا ہے اور نہ اس کے حکم پر کوئی غالب آسکتا ہے.

قولہ: "وَقَدْ عَلِمَ اللهُ فِيمَا لَمْ يَزَلْ عَدَدَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَدَدَ مَنْ يَدْخُلُ النَّارَ جُمْلَةً وَاحِدَةً فَلَا يَزْدَادُ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُ وكَذلكَ أَفْعَالَهم فِيمَا عَلِمَ منهم أن يَفعَلُوه"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ازل سے کلی طور پر (بیک دفع) جنت میں جانے والوں کی تعداد کو اور جہنم میں جانے والوں کی تعداد کو جانتا ہے. اس تعداد میں کوئی زیادتی اور کمی نہیں ہوسکتی ایسے ہی بندوں کے افعال کا معاملہ ہے. اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں بخوبی جانتا ہے کہ وہ کیا کریں گے۔

جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (سورہ انفال: 75) ترجمہ: بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

قولہ: وَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ، وَالأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ، وَالسَّعِيدُ مَنْ سَعِدَ بِقَضَاءِ اللهِ، وَالشَّقِيُّ من شقي بقضاء الله"

ترجمہ: ہر شخص کے لئے وہ چیز آسان کی گئی ہیں جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے. نیک بخت (خوش قسمت) وہ ہے جو اللہ کی قضاء کے مطابق نیک بخت ہو۔ بد بخت وہ ہے جو اللہ کی قضاء کے مطابق بد بخت ہو۔

جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ". (متفق علیہ)

ترجمہ: سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” آدمی لوگوں کی نظر میں جنتیوں کے سے کام کرتا ہے اور وہ جہنمی ہوتا ہے اور آدمی لوگوں کی نظر میں جہنمیوں کے سے کام کرتا ہے اور وہ جنتی ہوتا ہے ۔“

قولہ: "وَأَصْلُ القَدَرِ سِرُّ اللهِ تعالى فى خَلْقِهِ, لم يَطَّلِعْ على ذلك مَلَكٌ مُقَرَّبٌ, ولا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ, والتَّعَمُّقُ والنظرُ فى ذلك ذَرِيعَةُ الخِذْلاَنِ, وَسُلَّمُ الحِرْمَانِ, وَدَرَجَةُ الطُّغْيَانِ. فَالحَذَرَ كُلَّ الحَذَرِ مِن ذلكَ نَظَرًا وَفِكْرًا وَوَسْوَسَةً, فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى طَوَى عِلْمَ القَدَرِ عن أَنَامِهِ, وَنَهَاهُم عن مَرَامِهِ كما قالَ تعالى فى كتابِهِ: {لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ}. (سورہ انبیاء: 23) فَمَنْ سَأَلَ: لِمَ فَعَلَ؟ فقد رَدَّ حُكْمَ الكتابِ. وَمَن رَدَّ حُكْمَ الكتابِ كانَ مِن الكافرينَ.

ترجمہ: تقدیر کی اصل اور حقیقت مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا بھید (راز) ہے۔ اس بھید پر نہ کوئی مقرّب فرشتہ آگاہ ہے نہ نبی مرسل، اس کے بارے میں گہرائی اور غور وفکر لاچاری کا ذریعہ، محرومی کا سبب اور سرکشی کا زینہ ہے چنانچہ اس میں غور وفکر اور وسوسہ میں پڑنے سے بچو، مکمل طور پر بچو، اس لئے کہ اللہ نے تقدیر کے علم کو مخلوق سے لپیٹ رکھا ہے اور اس کے حصول سے منع فرمادیا ہے، جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا: ” اللہ جو کرتا ہے اس سے اس کے متعلق باز پرس یا سوال نہیں کیا جاسکتا، لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔“ پس جس نے پوچھا کہ (اللہ نے) کیوں کیا؟ اس نے کتاب کے حکم کو ردّ کردیا اور جس نے کتاب کے حکم کو رَدّ کردیا وہ کافروں میں سے ہے۔

تقدیر کا تعلق غیب سے ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اس سلسلے میں بندے اسی پر اکتفا اور انحصار کریں جتنا اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا ہے، اس باب میں کھود کرید کرنا گمراہی کا سبب ہے۔ اور آدمی کفر وارتداد کے گڑھے میں گرجاتا ہے۔

**جبریہ وقدریہ کی گمراہی کا سبب:** اس مقام پر جبر وقدر کے اِفراط وتفریط کا تذکرہ اور ان کی گمراہی کا سرسری بیان ضروری ہے۔ قدریہ: تقدیر کے منکر ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں۔ اگر چہ اس کی تفصیل کے بارے میں ان کے مابین اختلاف ہے۔ جبریہ: انسان کو مجبور اور اللہ کی مشیئت وتقدیر کو ہی اصل قرار دیتے ہیں، ان کے مطابق گناہوں کا، کفر وشرک کا ذمہ دار اللہ ہے۔ اللہ اپنے فعل پر لوگوں کو عذاب دیتا ہے نعوذ باللہ۔ ان کی تھوڑی تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان دونوں فرقوں کی گمراہی کا اصل سبب یہ ہے کہ انہوں نے مشیئت واِرادہ اور محبت ورضامندی کے درمیان فرق نہیں کیا دونوں کو ایک کردیا۔ اور پھر دونوں نے الگ الگ پہلو اختیار کیا۔ جبریہ کا کہنا ہے کہ پوری کائنات اللہ کے قضاء وقدر سے ہے۔ اس لئے ساری چیزیں اللہ کی محبوب ومرضی ہیں۔ ان کے برخلاف نفی کرنے والے قدریہ کا کہنا ہے کہ گناہ اور معصیت اللہ کی محبوب وپسندیدہ نہیں ہے۔ اس لئے ان کا تعلق اللہ کی قضاء وقدر سے بھی نہیں لہٰذا گناہ اللہ کی مشیئت سے نہیں ہوتے نہ اللہ ان کا خالق ہے۔ حالانکہ قرآن وحدیث سے مشیئت اور محبت کا فرق واضح ہے اسی لیے اہل علم نے بتایا کہ اِرادہ دو قسم کا ہے، ایک اِرادہ کونیہ خلقیہ قدریہ دوسرا اِرادہ دینیہ شرعیہ امریہ مشیئتِ عامہ پر دلالت کرنے والی چند نصوص:

اللہ کا فرمان: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

أَجْمَعِينَ﴾ (سورہ سجدہ:13)

ترجمہ: اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے، لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور بضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے بھر دوں گا۔

اللہ کا فرمان: ﴿مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (سورہ أنعام:39)

ترجمہ: جسے اللہ چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ﴾ (سورہ أنعام:125)

ترجمہ: تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَن فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ: اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔ تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا، یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں؟۔ (سورہ یونس:99)

اللہ کا فرمان: ﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (سورہ تکویر:29)

ترجمہ: اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو سب جہانوں کا رب ہے۔

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ دنیا میں اچھائی، برائی، توحید، شرک اور تمام چیزیں اللہ کی مشیئت سے ہوتی ہے لیکن تمام چیزیں اللہ کی پسندیدہ نہیں ہیں اس پر بہت سی دلیلیں ہیں مثلاً:

اللہ کا فرمان: ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ (سورہ بقرۃ:205) ترجمہ: اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ (سورہ زمر:7) ترجمہ: اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا۔

شرک، ظلم، فواحش اور کبر و گھمنڈ سے منع کرنے کے بعد اللہ نے فرمایا: ﴿كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِندَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا﴾

ترجمہ: ان سب کاموں کی برائی تیرے رب کے نزدیک (سخت) ناپسند ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل:38)

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ، وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ". (متفق علیہ)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتوں کو ناپسند کرتا ہے ایک بے فائدہ گفتگو کو، دوسرے مال کو تباہ کرنا (بیجا خرچ کرنا) تیسرے بہت زیادہ سوال کرنے کو۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي وِتْرِهِ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَأَعُوذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ" (أبو داود)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی (نماز) وتر میں یہ دعا پڑھتے تھے: اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے بچ کر تیری رضا وخوشنودی کی پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میں تیرے عذاب وسزا سے بچ کر تیرے عفوو درگزر کی پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیرے غضب سے۔

اس دعاء سے معلوم ہوا کہ محبوب اور مکروہ الگ ہے اور سب اللہ کی جانب سے ہے۔ جس کو مانگا جا رہا ہے وہ محبوب ہے، جس سے پناہ طلب کی جارہی ہے وہ مکروہ ہے اور دونوں اللہ کی جانب سے ہے. یہاں ایک سوال یا اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چیز کو چاہے اور پسند نہ کرے. اور جو چیز مکروہ ہے اسے پیدا کیوں کیا؟ تو اس کا جواب کئی طرح سے دیا جاسکتا ہے: مراد ومقصود دو قسم کی ہے. ایک مراد لنفسہ، دوسرا مراد لغیرہ بیمار کڑوی دوا پیتا ہے، اس کا مطلوب شفاء ہے. لہٰذا کڑوی دوا اگرچہ ناپسندیدہ ہوتی ہے لیکن شفاء کے حصول کے لئے اسے اختیار کیا جاتا ہے. جسم کا کوئی عضو سڑ جائے تو اسے کاٹا جاتا ہے، یہ ناپسندیدہ عمل ہے لیکن اس ناپسندیدہ عمل کو پورے جسم کو بچانے کے لئے گوارہ کیا جاتا ہے. یہی مراد لغیرہ کی مثال ہے. پھر دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں جو شَر و برائی نظر آتی ہے وہ فی نفسہ شر نہیں بلکہ ان کا مقصد آزمائش اور دیگر حکمتیں ہیں، اللہ نے کوئی بھی شر محض پیدا نہیں کیا، چنانچہ وہ چیزیں اللہ کی نسبت سے شر نہیں بندوں کے اعتبار سے شر ہوسکتی ہے۔ پھر اللہ نے شر اور مادّہ شر کو کئی حکمتوں سے پیدا کیا:

1) بندوں کی آزمائش کے لیے۔

2) متضاد چیزوں کی تخلیق پر اللہ کی قدرت اور اس کے کمالِ اظہار کے لئے. موت وحیات، مرض وشفاء.

3) اللہ تعالیٰ کے اسماء قہر کے اثرات کے اظہار کے لئے. مثلاً ذوانتقام، جبّار، قہار، ذو عذاب شدید، الخافض، المذِلّ.

4) برائیاں، بہت سی نیکیوں کا سبب ہیں جیسے جب آدمی برائی کرتا ہے تبھی توبہ واستغفار کرتا ہے، جو اللہ کو پسند ہے. جب برائی ہوگی تبھی اس سے جہاد ہوگا، جان ومال کی قربانی ہوگی، نہی عن المنکر ہوگا یہ سب اللہ کو پسند ہے۔

علاوہ ازیں قضاء اور مقضی بہ میں فرق ہے، قضاء کا تعلق اللہ اللہ سے ہے جو خیر ہے. مقضی بہ کا تعلق بندوں سے ہے جو خیر اور شر دونوں ہوتی ہے۔

**بندوں کی قدرت ومشیئت اور اختیار:** صاحب معارج القبول کی ایک لمبی عبارت کا خلاصہ پیش ہے جو اس مسئلے کو واضح کرتا ہے. بندے اپنے اعمال پر قدرت رکھتے ہیں اور ان کی اپنی مشیئت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی قدرت اور ان کے اقوال وأعمال کا خالق ہے. اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں یہ صلاحیت بخشی اور انہیں قادر بنایا اور ان کے اقوال وأعمال کو ان کے ساتھ قائم بنایا اور حقیقتاً ان کی طرف نسبت کی، اسی کی مطابق اور اسی کی بنیاد پر بندے مکلّف ہیں اور ان کو سزا وجزاء دی جائے گی. اور اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کی طاقت ووسعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بنایا، اللہ نے کتاب وسنت میں بندوں کیلئے اس چیز کو ثابت فرمایا ہے اس سے متصف کیا ہے اور

پھر یہ بیان فرمایا ہے کہ بندے اتنی ہی قدرت رکھتے ہیں جتنی اللہ نے انہیں قدرت عطا کی اور وہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ نے چاہا اور بندے وہی افعال انجام دیتے ہیں جن کا اللہ نے انہیں فاعل بنایا ہے. جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کو اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر اکٹھا ذکر کیا ہے. مثلاً

اللہ کا فرمان: ﴿إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا [29] وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ (سورہ دھر: 29-30)

ترجمہ: یقیناً یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ اختیار کرلے۔ [29] اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، یقیناً اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ (سورہ بقرۃ: 287)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَتِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (سورہ أعراف: 43)

ترجمہ: یہی وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو اپنے اعمال کے بدلے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ"

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اسی کی تعریفیں بیان کرتے ہیں، ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اور ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں و برائیوں سے، اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، اور جسے گمراہ کردے اسے کوئی راہ نہیں دکھاسکتا۔

قَالَ الْبُخَارِي: بَابُ: {وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ}: (لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ)

اِمام بخاری نے کہا: باب: "اور ہم ہدایت پانے والے نہیں تھے، اگر اللہ نے ہمیں ہدایت نہ کی ہوتی۔" "اگر اللہ نے مجھے ہدایت دی ہوتی تو میں متقیوں میں سے ہوتا۔"

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَنْقُلُ مَعَنَا التُّرَابَ وَهُوَ يَقُولُ: "وَاللَّهِ لَوْلَا اللَّهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا صُمْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا وَالْمُشْرِكُونَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا، إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا". (صحیح مسلم)

ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے غزوہ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ہمارے ساتھ مٹی اٹھا رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔" واللہ، اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاسکتے۔ نہ روزہ رکھ سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے۔ پس اے اللہ! ہم پر سکینت نازل فرما۔ اور جب سامنا ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ اور مشرکین نے ہم پر زیادتی کی ہے۔ جب وہ کسی فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم

انکار کرتے ہیں۔

ایسی بہت سی دلیلیں ہیں. پس جس طرح بندوں نے اپنے نفس کو وجود نہیں بخشا اسی طرح اپنے اعمال کو بھی پیدا نہیں کیا. چنانچہ بندوں کی قدرت، مشیئت، ارادہ اوران کے افعال، اللہ کی قدرت، مشیئت، ارادہ اور فعل کے تابع ہیں. کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا بھی خالق ہے اوران کی مشیئت وقدرت، ارادہ واَفعال کا بھی خالق ہے. بندوں کی قدرت ومشیئت ان کے ارادے اورافعال اوراللہ کی قدرت ومشیئت، ارادہ وفعل کے ایک نہیں ہے جیسے کہ بندوں کی ذات اللہ کی ذات سے الگ ہے. بلکہ بندوں کے اَفعال اللہ کی مخلوق ہیں جو بندوں کے ساتھ قائم ہیں، بندوں کے لائق ہیں حقیقۃً انہیں کی طرف منسوب ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے افعال کے نتائج ہیں یہ افعال اللہ کے ساتھ قائم ہیں اس کے لائق ہیں اور حقیقۃً اس کی طرف منسوب ہیں، پس حقیقۃً اللہ فاعل ہے اور بندہ حقیقۃً منفعل ہے. اللہ حقیقۃً ہدایت دینے والا ہے اور بندہ حقیقۃً ہدایت قبول کرنے والا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں فعل میں سے ہر ایک کو اسی کی طرف منسوب کیا ہے جس نے اسے انجام دیا ہے.

اللہ کا فرمان: ﴿مَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ﴾ (سورہ بنی اسرائیل: 97)

ترجمہ: اور جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت قبول کرنے والا ہے۔

پس اللہ کی طرف ہدایت کی نسبت حقیقی ہے اور ہدایت قبول یا اختیار کرنے کی نسبت بندے کی طرف حقیقی ہے. جس طرح ھادیِ تعالیٰ خود مھتدی نہیں ہے اسی طرح ہدایت خود اھتداء نہیں ہے، اسی طرح اللہ حقیقۃً جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور وہ بندہ حقیقۃً گمراہ ہوتا ہے. اور اللہ تعالیٰ مومن اوراس کے ایمان کا بھی خالق ہے اور کافر اوراس کے کفر کا بھی خالق ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ فَمِنۡكُمۡ كَافِرٌ وَّمِنۡكُمۡ مُّؤۡمِنٌ‌ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ﴾ (سورہ تغابن: 2)

ترجمہ: اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے پس تم میں سے بعض تو کافر ہیں اور بعض ایمان والے ہیں، اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے۔

یعنی اس نے تم کو اس صفت پر پیدا کیا اور تم سے یہ چیز تکوینی طور پر چاہی شرعی طور پر نہیں. چنانچہ مومن اور کافر کا وجود ناگزیر ہے اور اللہ بخوبی جانتا ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون گمراہی کا. وہ بندوں کے اعمال پر گواہ اور مطلع ہے اور انہیں پوری پوری جزاء دے گا.

اسی لئے اللہ نے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ﴾ چنانچہ اللہ نے خلق کو اپنی طرف منسوب کیا جو اس کا فعل اور حقیقۃً اس کے ساتھ قائم ہے اور ایمان اور کفر کو جو بندوں کا فعل اوران سے متعلق ہے حقیقۃً بندوں کی طرف منسوب کیا. جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں ایسا بنایا ہے اورانہوں نے یہ اپنے اختیار، اپنی قدرت ومشیئت سے کیا جسے اللہ نے ہی انہیں عطا کیا اور اللہ نے ان کے اندر پیدا کیا اور حسبِ عمل اللہ نے اس کا حکم دیا یا منع کیا۔ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے سلسلے میں اپنے تمام تصرفات کا حقیقی فاعل ہے اور بندے حقیقی منفعل ہیں۔ پس جس نے فعل اور انفعال دونوں کو مخلوق کی طرف منسوب کیا اس نے کفر کیا. جس نے ان دونوں کو اللہ کی طرف منسوب کیا اس نے بھی کفر کیا. اور جس نے فعل کو حقیقۃً اللہ کی طرف اور انفعال کو حقیقۃً مخلوق کی طرف منسوب کیا وہ حقیقی مومن ہے۔

پہلا موقف نفاۃ قدریہ (تقدیر کا انکار کرنے والا) کا قول ہے۔اس امت میں سب سے پہلے اسے جاری کرنے والا معبد جہنی تھا۔جو صحابہ کرام کے آخری زمانے میں بصرہ میں تھا صحابہ کرام اور ائمہ تابعین نے اس کے اس عقیدے پر شدید نکیر کی اس کے اعتقاد سے برأت ظاہر کی، اسے اختیار کرنے والوں کو کافر قرار دیا، ایمان کی نفی کی، ایکدوسرے کو ان سے الگ رہنے اور ان کی مجلسوں سے دور رہنے کی وصیت کی. معبد جہنی کے بعد اس کے فاسد مذہب اور بُری سنت کی تقلید میں معتزلہ کے پیشواؤں اور گمراہ اماموں نے اسے مذہب بنایا جیسے واصل بن عطاء اور عمرو بن عبید نے. اور جو ان کے ہمنوا ہوئے اور ان کے طریقے پر چلے یہاں تک کہ بعض نے غلو کیا اور اللہ کے علم کا انکار کر دیا (جیسے روافض جو" بداء" کے قائل ہے) اور پہلے لکھی ہوئی تقدیروں کا انکار کر دیا اور بندوں کو بھی اپنے اَفعال کا خالق قرار دیا، اسی لئے یہ اس امت کے مجوس کہلائے. واصل بن عطاء اور عمرو بن عبید کی سلفِ امت نے اور ائمہ رجال نے سخت جرح اور مذمت کی. پھر قدریہ اس مذہب کے وارث بنے اور آپس میں اس کی ترویج کی۔ان میں سے بعض نے اللہ کے علم کی نفی کی اپنے پہلوں کی طرح. بعض نے کلیات و جزئیات کے علم کی نفی کی. بعض نے کلیات کے علم کا اِثبات کیا جزئیات کا انکار کیا. پھر اللہ کے اَفعال کے متعلق اسی طرح اختلاف کیا جس طرح اس کے علم کے بارے میں اختلاف کیا تھا.

چنانچہ ایک فرقے نے کہا، اللہ تعالیٰ کے تمام افعال اللہ کے مقدر کردہ نہیں اور نہ اس کی مخلوق ہیں، نہ خیر اور نہ شر۔

دوسرے فرقے نے کہا: بندوں کے وہ اَفعال جو خیر ہیں اللہ کے مقدور اور مخلوق ہیں. البتہ شر اور برے اعمال ان کے نزدیک نہ اللہ کی مخلوق ہیں نہ اس کے مقدر کردہ. چنانچہ آدمی تقدیر کو تسلیم کیا اور آدمی کا انکار اور دو خالق کا اثبات کیا درحقیقت وہ مجوس ثنویہ ہیں۔بلکہ ان سے بڑھ کر کیونکہ ثنویہ نے پوری کائنات کے لئے دو خالق مانا ہے اور یہ لوگ ہر فرد اور ہر فعل کے دو خالق مانتے ہیں بلکہ تمام مخلوق کے لئے دو خالق قرار دے دیا۔اگر ان کا تناقض نہ ہوتا تو وہ مجوس سے بڑھ کر کفر کے حامل ہوتے کیونکہ ان کے قول کا حاصل ہے، بندوں کے اَفعال کو اللہ کی مخلوق اور ملکیت سے خارج کر دینا ہے۔اور یہ کہ یہ افعال اللہ کی ربوبیت میں داخل نہیں ہے اور یہ کہ اللہ کی سلطنت میں وہ ہوتا ہے جو اللہ نہیں چاہتا اور وہ چاہتا ہے جو ہوتا نہیں۔اور وہ اللہ سے بے نیاز ہیں لہٰذا وہ اللہ کی اطاعت پر مدد طلب نہیں کرتے اور نہ ترکِ معصیت پے اور نہ اپنے نفسوں کے شرور اور اعمال کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں. نہ ہی صراطِ مستقیم کی ہدایت طلب کرتے ﴿إياك نعبد وإياك نستعين" اور "لا حول ولا قوة الا بالله﴾ ان کے نزدیک ایسا قول ہے جس کا کوئی معنی نہیں۔بسا اوقات وہ اس کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ کے اس ارشاد کا انکار کیا﴿مَنْ يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (جسے اللہ چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے) یہ اللہ کے علم و مشیئت اور قدرت و ارادے انکار کے ساتھ ہے۔

دوسرا قول یعنی فعل اور انفعال دونوں کی نسبت اللہ کی طرف کرنا یہ غالی جبریہ کا قول ہے۔وہ کہتے ہیں، بندہ اپنے افعال میں مجبور ہے اس پر زور زبردستی کی گئی ہے۔وہ اس تنکے کی طرح ہے جسے تیز ہوا اڑا لے جاتی ہے اور جو اوپر سے نیچے گرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو مکلف کیا ہے تو یہ حیوانات کی تکلیف کی طرح ہے۔نیز اللہ بندوں کو ان کی معصیت پر جو عذاب دیتا ہے وہ خود اللہ کے اپنے فعل پر

ان کو عذاب دیتا ہے ۔ان کے نزدیک نیک و بدعمل کا کوئی فرق نہیں. جہاد کی ضرورت نہیں ۔حدود کے قیام کا کوئی معنی نہیں ۔انہوں نے اللہ کے عدل اور شریعت میں طعن کیا۔ان کے نزدیک رسولوں کے ارسال اور کتابوں کے اِنزال ایسی چیز کا مکلف بنانا ہے جس کی طاقت نہیں اور ظلم ہے جسے اللہ نے اپنے اور اپنے بندوں پر حرام کیا ہے .انہوں نے ابلیس لعین کے لئے عذر قائم کیا،فرعون، ہامان اور قارون اور تمام گنہگاروں کے لیے عذر پیش کیا اور کہا کہ ان پر اللہ کا غضب ،لعنت اور عذاب خود اللہ کے فعل کی وجہ سے ہوا نہ کہ ان کے افعال کی وجہ سے ۔بلکہ یہاں تک کہا کہ اللہ لوگوں کو اپنی اطاعت پر سزا دیتا ہے کیونکہ لوگوں نے اگر چہ اللہ کی شریعت کی مخالفت کی لیکن اس کی مشیئت و ارادے کی موافقت کی.اس ابلیسی فرقے کے نزدیک تقدیر کے اثبات کا یہی معنی ہے ۔علامہ اِبن قیم رحمہ اللہ نے ان کے متعلق متعدد واقعات نقل کیے ۔احادیث، اقوال صحابہ و تابعین اور ائمہ سلف سے ان کی مذمت کے بے شمار اقوال منقول ہیں.اہل سنت ان دونوں گمراہ فرقوں کے درمیان ہیں ۔

## ثمرات وفوائد:

1) توحید کی تکمیل و استحکام: مومن یقین رکھتا ہے کہ سب اللہ کی مشیئت سے ہوتا ہے، لہٰذا کسی اور سے نہیں ڈرے گا، لہٰذا وہ نجومی، کاہن، بھوت پریت، ستاروں وغیرہ پر اعتماد نہیں کریں گا۔

2) عمل میں نشاط و سرگرمی: تقدیر عمل سے روکتی نہیں بلکہ سرگرم بناتی ہے۔

3) صبر و قناعت اور حوصلہ۔

4) مایوسی سے تحفظ۔